Urdu Studies
An international, peer-reviewed,
bilingual research journal
ISSN: 2583-8784 (Online)
Vol. 5 | Issue 1 | Year 2025
Pages: 146-179

حضور ﷺ کا اسریٰ اور معراج

این میری شمل

ترجمہ: نعیم اللہ ملک

اٹھارویں صدی میں وادی سندھ کے ایک لوک گیت میں حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو درجنوں مرتبہ خوش آمدید کہا گیا ہے۔ شاعر نے جنت کے فرشتوں اور پاکباز ارواح کی جانب سے بھی رسول مقبولؐ کا پرتپاک خیر مقدم کرتے ہوئے کہا ہے:

ترجمہ: اے محمدؐ! آپؐ نے بلند و بالا آسمانوں تک سفر کیا
آسمانوں کے مکینوں نے بھی آپؐ سے کہا:
"خوش آمدید! سو مرتبہ خوش آمدید !"

نبی کریمؐ کے آسمانوں تک رات کے پراسرار سفر (اسریٰ) نے ایسا لٹریچر معرض وجود میں لانے کی تحریک پیدا کی جو ولادتِ نبویؐ کے معجزوں کے مقابلے میں زیادہ جامع اور وسیع ہے۔ اس کے علاوہ آں حضرتؐ کے معراج کے واقعے کو علمائے دین اور حضرات صوفیہ دونوں طبقوں کے نقطہ نظر سے میلاد کی نسبت کہیں زیادہ اہمیت حاصل ہے۔

ISSN: 2583-8784 (Online)
Included in UGC-CARE List since October 2021
Published on August 11, 2025
http://www.urdustudies.in
https://creativecommons.org/licenses/by-nc-nd/4.0/?ref=chooser-v1

اس پر اسرار سفر کی کہانی کا مرکز و محور قرآن کریم کی سترہویں سورہ بنی اسرائیل کی پہلی آیت ہے: "پاک ہے وہ اللہ تعالیٰ جو اپنے بندے کو رات میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا جس کے آس پاس ہم نے برکت دے رکھی ہے اس لیے کہ ہم اسے اپنی قدرت کے بعض نمونے دکھائیں، یقیناً اللہ تعالیٰ ہی خوب سننے دیکھنے والا ہے۔" یہاں مسجد اقصیٰ سے مراد بیت المقدس ہے۔

رسول کریمؐ کی ابتدائی سوانح عمری سیرت محمد ابن اسحاق میں اس واقعے کو یوں بیان کیا گیا ہے:

"ایک رات جبرئیلؑ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس براق لائے اور براق ایک چوپایہ ہے جس پر آپؐ کے پہلے انبیا بھی سوار کرائے گئے تھے۔ وہ اپنا سم اپنی نظر کی انتہا پر رکھتا ہے۔ آپؐ اس پر سوار کرائے گئے اور آپ کا ساتھی (جبرئیلؑ) آپ کو لے کر نکلا۔ آپؐ آسمان اور زمین کے درمیان کی نشانیاں ملاحظہ فرماتے جارہے تھے یہاں تک کہ آپؐ بیت المقدس پہنچے اور اس میں ابراہیمؑ، موسیٰؑ، عیسیٰؑ اور چند انبیا (علیہم السلام) کو پایا جو آپؐ کے لیے جمع کیے گئے تھے۔ آپؐ نے انھیں اپنی امامت میں نماز پڑھائی۔" اس کے بعد "مسجد اقصیٰ" سے آپؐ نے آسمانوں کی طرف معراج کا سفر شروع کیا۔ اس موقعے پر آپؐ کے لیے ایک سیڑھی (معراج) لائی گئی۔ (بعض مفسرین اسریٰ اور معراج کو دو الگ الگ واقعات سے تعبیر کرتے ہیں لیکن محمد ابن اسحاق تک نے ان دونوں واقعات کو یک جا کیا ہے اور چوں کہ محمد ابن اسحاق حضورؐ کا مستند ترین سوانح نگار ہے، اس لیے اس کا بیان اس واقعے کی مزید تشریح کے ضمن میں سب سے زیادہ معتبر ہے)۔ چناں چہ محمد ابن اسحٰق کی سیرت میں واقعہ معراج کو اس طرح بیان کیا گیا ہے:

> مجھ سے ایک ایسے شخص نے، جسے میں جھوٹا نہیں سمجھتا، ابو سعید خدریؓ کی روایت بیان کی، انھوں نے کہا، میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو فرماتے سنا: "بیت المقدس میں جو کچھ ہوا، اس سے جب میں فارغ ہوا تو ایک سیڑھی (معراج) لائی گئی اور میں نے اس سے بہتر کبھی کوئی چیز نہیں دیکھی اور یہی وہ چیز ہے کہ جب موت آتی ہے تو تمھارے مردے اپنی آنکھیں کھولے اس کی جانب تکتے رہتے

ہیں۔ اس کے بعد میرے ساتھی (جبرئیلؑ) نے مجھے اس پر چڑھا دیا یہاں تک کہ مجھے لے کر آسمانوں کے دروازوں میں سے ایک دروازے پر پہنچا جس کا نام باب الحفظہ (نگہبانوں کا دروازہ) تھا۔ اس پر فرشتوں میں سے ایک فرشتہ تھا جس کا نام اسماعیل تھا۔ اس کے ہاتھ کے نیچے بارہ ہزار ایسے فرشتے تھے جن میں سے ہر ایک کے ہاتھ کے نیچے بارہ ہزار فرشتے تھے۔

نبی کریمؐ نے فرمایا: ''پھر جب مجھے لے کر داخل ہوئے، اسماعیل نے کہا: اے جبریلؑ! یہ کون ہیں؟ کہا: محمد (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم)۔ اس نے کہا: کیا بلوائے گئے ہیں؟ کہا: ہاں! اس نے میرے لیے بھلائی کی دعا کی اور بھلی بات کہی۔ اس کے بعد جب میں دنیا والے آسمان میں داخل ہوا تو وہاں ایک شخص کو بیٹھا ہوا دیکھا۔ اس پر بنی آدم کی روحیں پیش کی جاتی تھیں۔ جب ان میں سے بعض کی روحیں اس پر پیش کی جاتیں تو وہ ان کا خیر مقدم کرتا، اسے خوشی ہوتی اور وہ کہتا: اچھی روح ہے جو اچھے جسم سے نکلی۔ اور جب ان میں سے بعض دوسرے اس پر پیش ہوتے تو وہ کہتا: تھو ہے، تیوری چڑھا لیتا اور کہتا: خبیث روح ہے اور خبیث جسم سے نکل آئی ہے۔ میں نے کہا: اے جبرئیل! یہ کون ہیں؟ انہوں نے کہا: یہ آپؐ کے والد آدمؑ ہیں۔ پھر میں نے چند لوگوں کو دیکھا جن کے ہونٹ اونٹ کے ہونٹوں کے سے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں آگ کے ٹکڑے گول پتھروں کی طرح تھے، وہ انھیں اپنے منھ میں ڈال لیتے تو وہ ان کی پشت میں سے نکلتے۔ میں نے کہا: اے جبرئیل! یہ کون ہیں؟ انہوں نے کہا: یہ ظلم سے یتیموں کا مال کھا جانے والے ہیں۔'' اسی طرح دوزخ میں سود خوروں، بدکاروں اور دوسرے گناہ گاروں کو سخت سزائیں دی جا رہی تھیں۔

اس کے بعد حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ساتوں آسمانوں میں گئے اور وہاں بعض انبیاؑ سے ملاقات کی جو حضورؐ سے پہلے مبعوث ہوئے تھے۔ آپؐ نے عیسیٰؑ علیہ

السلام کو دوسرے اور ابراہیم علیہ السلام کو ساتویں آسمان پر دیکھا۔ سب سے بلند ساتویں آسمان میں حضرت ابراہیمؑ کی موجودگی سے ایک مرتبہ پھر یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت اسماعیلؑ کے ذریعے عربوں کا جدامجد اور کعبے کا معمار ہونے کے ناتے انھیں اسلامی روایت میں خاص مقام حاصل ہے۔ وہ مسلمانوں کے روحانی ہیرو بھی ہیں کیوں کہ انہوں نے بتوں کو پاش پاش کر دیا تھا۔ آخر حضورؐ جنت میں داخل ہو جاتے ہیں۔ ایک روایت ہے کہ واپسی پر آپؐ کے پاس تین برتن لائے گئے۔ ایک برتن میں دودھ، ایک میں شراب اور ایک میں پانی تھا۔ آپؐ نے دودھ کا برتن لے لیا اور اس میں سے پیا جو راہ راست اور "درمیانی راہ" کی علامت ہے۔

ایک روایت کے مطابق، جو بار بار دہرائی جاتی ہے، اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی امت پر روزانہ پچاس نمازیں فرض فرمائیں۔ محمد ابن اسحاق نے ابوسعید خدریؓ سے روایت نقل کرتے ہوئے لکھا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "پھر میں واپس آیا اور موسیٰ بن عمران کے پاس سے گزرا اور وہ تمہارے لیے بڑے اچھے شخص نکلے۔ انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ آپؐ پر کتنی نمازیں فرض کی گئیں؟ میں نے کہا: روزانہ پچاس نمازیں۔ انہوں نے کہا: نماز بڑی بوجھل چیز ہے اور آپؐ کی امت کمزور ہے اس لیے آپؐ اپنے پروردگار کے پاس لوٹ کر جائے اور درخواست کیجیے کہ آپؐ اور آپؐ کی امت پر سے بوجھ کم کر دیا جائے۔ چناں چہ دس نماز میں کم کر دی گئیں۔ پھر میں لوٹا اور موسیٰؑ کے پاس سے گزرا۔ انہوں نے مجھ سے پھر ویسا ہی کہا۔ میں پھر لوٹ گیا اور درخواست کی تو دس اور کم کر دی گئیں۔ پھر میں موسیٰؑ کی طرف لوٹا تو وہ اس طرح مجھ سے کہتے رہے کہ آپؐ لوٹ جایئے اور پروردگار سے درخواست کیجیے یہاں تک کہ یہ تخفیف روزانہ پانچ نمازوں تک پہنچ گئی۔ پھر میں واپس موسیٰؑ کے پاس سے گزرا۔ انہوں نے پھر مجھ سے ویسا ہی کہا تو میں نے کہا: میں اپنے پروردگار کے پاس بار بار گیا اور درخواست کی حتیٰ کہ مجھے شرم آنے لگی ہے۔ پس اب تو میں ایسا نہیں کروں گا۔ پس ان نمازوں کو تم میں سے جو شخص ایمانداری سے ثواب سمجھ کر ادا کرے گا، اسے پچاس نمازوں کا اجر ملے گا۔ محمدؐ اور آلِ محمدؐ پر اللہ کی رحمتیں ہوں

!" اس طرح یہ آسمانی سفر حد درجہ عملی مقاصد پر اختتام پذیر ہوتا ہے۔ لیکن بعد کی روایت میں اس مقصد کی مرکزی اہمیت باقی نہیں رہتی اور اس کے متبادل کے طور پر دوسرے محرکات یا اس نصب العین کی مزید وضاحت کی گئی ہے اور خدا کے ساتھ بات چیت کے نتیجے میں حضورؐ کے شافع محشر ہونے کے حق کو خاص طور پر اجاگر کیا جاتا ہے۔

اسلامی روایت کے مطابق اسریٰ اور معراج کا واقعہ رسول کریمؐ کی مکی زندگی کے آخری دنوں میں آپؐ کی مدینہ ہجرت سے تھوڑی دیر پہلے رونما ہوا اور قمری سال کے ساتویں مہینے رجب کی ۲۷ تاریخ کو اس کی یاد منائی جاتی ہے، مثال کے طور پر بعض علاقوں، جیسے کشمیر میں معراج شریف کی تقریبات ایک ہفتے تک جاری رہتی ہیں جن میں حضورؐ کو ہدیہ عقیدت پیش کرنے کے علاوہ چراغاں بھی کیا جاتا ہے۔ ترکی میں آں حضرتؐ کی ولادت کی رات کی طرح شب معراج پر بھی جشن منایا جاتا ہے، اسے شبِ قندیل کہا جاتا ہے جس میں رات کو تمام مسجدیں نہایت خوب صورتی سے سجائی جاتی ہیں۔ عام طور پر اس رات کو پیدا ہونے والے بچوں کا نام، میں کم سے کم بھارت اور پاکستان کی روایت کو جانتی ہوں، معراج معراج دین، معراج محمد رکھا جاتا ہے۔

مشرقی تہذیب و تمدن اور زبانوں کے دلدادہ لوگوں اور مذہب کے تاریخ دانوں کو حضور سرور کونینؐ کی حیات طیبہ کے اس پہلو (سفر معراج) سے بڑھ کر کسی اور موضوع سے دل چسپی نہیں۔ یوں لگتا ہے کہ رسول کریمؐ کے لیے یہ ایک ابتدائی تجربہ تھا اس لیے بعض روایات میں معراج کو آں حضرتؐ کے شقِ صدر کے واقعے سے جوڑا گیا ہے بلکہ بعض اسکالرز تو اسے سائبیریا کے شمن کے تجربے کے مماثل قرار دیتے ہیں۔ رسول کریمؐ کی جنت میں سدرۃ المنتہیٰ پر عزت افزائی کا قرآن مجید کی ۵۳ ویں سورہ النجم میں اس طرح ذکر کیا گیا ہے:

> دل نے جھوٹ نہیں کہا جسے (پیغمبرؐ نے) دیکھا۔ کیا تم جھگڑا کرتے ہو اس پر جو (پیغمبرؐ) دیکھتے ہیں۔ اسے تو ایک مرتبہ اور بھی دیکھا تھا۔ سدرۃ المنتہیٰ کے پاس۔ اس کے پاس جنت الماویٰ ہے۔ جب کہ سدرہ کو چھپائے لیتی تھی وہ چیز جو اس پر چھا رہی تھی

۔نہ تو نگاہ بہکی نہ حد سے بڑھی۔یقیناً اس نے اپنے رب کی بڑی بڑی نشانیوں میں سے بعض نشانیاں دیکھ لیں۔" (سدرۃ المنتہٰی بیری کا ایک درخت ہے جو چھٹے یا ساتویں آسمان پر ہے اور یہ آخری حد ہے، اس سے اوپر کوئی فرشتہ نہیں جا سکتا۔ فرشتے اللہ کے احکام بھی یہیں سے وصول کرتے ہیں — مترجم)۔ سدرۃ المنتہٰی کے قریب حضورؐ کے خیر مقدم سے مذہب کے مورخوں کے ذہن میں شمنوں کے کشف یا خواب کی یاد تازہ ہو جاتی ہے جو وجدانی پروازوں کے ذریعے آفاقی درخت تک پہنچ جاتے ہیں۔ اس معاملے میں ایران اور ہندوستان کے قرونِ وسطیٰ کے مشاہدات یا مذہبی تمثیل پسندی کا حوالہ بھی دیا جا سکتا ہے۔ یہاں یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ یہودیت اور عیسائیت کے الہامی خوابوں میں بھی اسی قسم کے مشاہدات ممکن ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ رسول کریمؐ جب معراج سے واپس تشریف لائے تو بستر ابھی گرم تھا اور پانی اس گھڑے سے، جو آپؐ کے سفر معراج پر روانہ ہونے سے پہلے لڑکھڑا گیا تھا، مکمل طور پر خارج نہیں ہوا تھا۔(البیہقی: دلائل النبوۃ، صفحہ ۱۱۸)۔ غرض آپؐ کا آسمانوں کا سفر وجدانی کیفیت کا مثالی نمونہ بن گیا جس میں انسان ایک لمحے میں کئی برسوں تک نہیں، ہزاروں لاکھوں برسوں تک زندہ رہ سکتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ وقت، جس میں صوفی کی روح اس قسم کے مشاہدے سے دوچار ہوتی ہے، تخلیق کیے گئے معمول کے سلسلے وار وقت کی گرفت سے مارا ہے۔ یہ وہ وقت یا لمحہ ہے جسے قرون وسطیٰ کے جرمنی کی پاکباز شخصیات دسنو کے نام سے موسوم کرتی تھیں۔ رسول اللہؐ نے اسی وقت کے دوران ذاتِ خداوندی سے ملاقات کی تھی۔ یہ واقعہ ہندوستان کی اس پرانی کہانی سے گہری مماثلت رکھتا ہے جس میں ایک شخص پانی میں غوطہ زن ہو گیا تھا، اس نے چند لمحوں میں پوری زندگی گزار دی۔ اس کہانی کو مایا (فریب نظر) نامی تمثیل میں پیش کیا گیا۔ مشرق بعید کے ملکوں بلکہ یورپ میں بھی اس نظریے کو قبول عام حاصل ہے۔

علمائے اسلام نے سفر معراج کے بارے میں مختلف قیاس آرائیاں کی ہیں کیوں کہ اس مسئلے کو حل کرنے میں بعض مشکلات در پیش ہیں۔ سب سے پہلے اس بات کو واضح کرنا تھا کہ آیا حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے معراج جسمانی طور پر کیا تھا یا یہ ایک روحانی سفر تھا؟ حضورؐ کی بیوی ام المومنین حضرت عائشہؓ کی اس روایت پر سخت ردعمل ظاہر کیا گیا ہے کہ "آں حضرتؐ کا جسم غائب نہیں ہوا تھا۔" اس روایت کی مخالفت کرنے والوں کا دعویٰ ہے کہ آپؐ کا یہ سفر خالصتاً جسمانی تھا۔ معتزلی مکتبہ فکر کے نزدیک یہ پورا واقعہ ایک خواب یا کشف تھا، وہ صرف روحانی سفر کو تسلیم کرتے ہیں۔ (Gatje: Koran and Koranexegese, pp. 105-8)۔ اس کے برعکس راسخ الاعتقاد مسلمانوں، مثال کے طور پر قرآن کریم کے نامور مفسر طبریؒ (دسویں صدی کے شروع میں) کی رائے یہ ہے کہ حضورؐ نے معراج کا سفر جسم کے ساتھ کیا تھا۔ طبریؒ نے قرآن پاک کے حوالے سے کہا ہے کہ خدا نے "رات کو اپنے بندے کے ساتھ سفر کیا تھا۔" نہ کہ "اپنے بندے کی روح کے ساتھ!" اگر پیغمبر اسلامؐ نے روحانی خواب کی حالت میں سفر کرنا ہوتا تو اس کے لیے براق جیسی سواری کی کیا ضرورت تھی؟ (طبری: سورہ بنی اسرائیل کی تفسیر)۔ دوسری طرف جدت پسند لوگ معراج کو روحانی سفر قرار دیتے رہے ہیں۔ (احمد خان: مقالات سر سید ۱۳:۵۹۳، واقعہ معراج کی حقیقت و اصلیت)۔ ماڈرن یورپ کے کم سے کم ایک اسکالر نے اس سے ملتے جلتے ایک وجدانی مشاہدے کا ذکر کرتے ہوئے ہمیں یاد دلایا ہے کہ پال نے بظاہر اسی قسم کے ایک واقعے کو اس طرح بیان کیا ہے:

> میں ایک آدمی کو جانتا ہوں... مجھے یہ معلوم نہیں کہ یہ ملاقات روحانی تھی یا جسمانی، بہ ہر حال تیسرے آسمان پر اس سے میری ملاقات ہوگئی تھی۔ وہ مجھے جنت میں لے گیا جہاں میں نے وہ الفاظ سنے جنہیں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ کسی بھی انسان کے لیے یہ الفاظ کہنا جائز نہیں۔
>
> یہ شخص اپنے اس مشاہدے سے پریشان ہوگیا: "پال کے ساتھ میرا یہ روحانی مشاہدہ بالکل واضح اور صاف تھا لیکن اس دوران کوئی منفعت بخش یقین دہانی نہ کرائی گئی۔

(Archer: Mystical Elements in Mohammad, p. 150)

بعد کے لٹریچر، خاص طور پر عوامی شاعری کی کئی کہانیوں میں یہ بتایا گیا کہ جن لوگوں نے حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے جسمانی معراج کا انکار کیا، انھیں کس قدر خوف ناک سزا ملی تھی۔ ایک عالمگیر نظریے کے مطابق جو حضرات صوفیہ میں خاص طور پر بہت مقبول ہے، رسول کریمؐ کے جسم اطہر کو ذات خداوندی کا وہ قرب حاصل ہے جو عام مسلمان بلکہ بڑے سے بڑے ولی کو صرف روحانی طور پر نصیب ہو سکتا ہے۔ چناں چہ ایک انسان پر خدا کا سب سے بڑا فضل و کرم یہ ہو سکتا ہے کہ اس کی روح کو وہی عفت اور پاکیزگی مل جائے جو رسول کریمؐ کے جسم مبارک کو حاصل ہے۔ ایک انسان اس افضل ترین مقام پر فائز ہونے کے بعد بھی ذات خداوندی کا قرب حاصل کرنے کی غرض سے صرف روحانی سفر کر سکتا ہے۔ اس بحث میں اس نکتے کو اہم دلیل کی حیثیت حاصل ہو گئی کہ آیا روحانی نظام مراتب میں نبی کریمؐ کو بلند مرتبہ حاصل ہے یا کس خدا رسیدہ بزرگ کو؟ رسول اللہؐ نے معراج کا سفر جسم کے ساتھ کیا تھا— ایک ایسا بدن جو "روح سے مجسم" تھا جیسا کہ ترکی کے شاعر خاقانیؔ نے کہا ہے — اس جسمانی معراج کی بدولت رسول عربیؐ کا بے مثال مرتبہ اور مقام ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ثابت ہو جاتا ہے۔

ایک اور متنازع سوال یہ تھا کہ آیا حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے واقعی خدا کو دیکھا تھا اور اگر ایسا ہے تو کیا حضورؐ نے اللہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا یا دل سے؟ یہ مسئلہ قرآن کریم کی ۵۳ ویں سورہ النجم کی تفسیر کے سلسلے میں خاص طور پر زیر بحث آیا ہے۔ اس سورہ مبارکہ کے پہلے حصے میں آں حضرتؐ کے ایک کشف یا خواب کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ "اسے تو ایک مرتبہ اور بھی دیکھا تھا سدرۃ المنتہیٰ کے پاس۔" بعض لوگ لفظ "اسے" کو پیغام خداوندی کے حامل جبرئیل (علیہ السلام) سے بھی منسوب کرتے ہیں چناں چہ اس پوری سورہ کو وحی کے دوران حضورؐ کے خواب سے تعبیر کیا جا سکتا ہے البتہ کئی دوسرے لوگوں کا خیال ہے کہ "اسے" سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ لیکن سورہ النجم میں آگے چل کر واقعہ معراج کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ "بعض لوگوں نے کہا: آپؐ نے سدرۃ المنتہیٰ پر جبرئیلؑ کو

دیکھا تھا۔ دوسروں کا کہنا ہے کہ حضورؐ نے اپنے دل اور چشم بصیرت سے اللہ کو دیکھا تھا۔ ایک تیسرے طبقے کا خیال ہے کہ آں حضرتؐ نے اپنی آنکھوں سے خدا کو دیکھا تھا لیکن یہ سب لوگ سچ کہتے ہیں کیوں کہ انہوں نے جو کچھ سنا، اسے بیان کر دیا ہے۔" (Andrae: Die Person Muhammads, pp.80-81)

جن لوگوں نے سورہ النجم کے حوالے سے کہا کہ رسول کریمؐ نے سفر معراج میں اللہ تعالیٰ کو دیکھا تھا، وہ سب حضرات صوفیہ تھے۔ وہ سورہ النجم کی سترہویں آیت "مازاغ البصر وما طغیٰ" کا حوالہ دیتے ہیں جس کی رو سے "نہ تو نگاہ بہکی نہ حد سے بڑھی۔" ان کے نزدیک اس کا مطلب یہ ہے کہ عین ذات خداوندی کو دیکھتے ہوئے بھی رسول پاکؐ کی نگاہ نہیں بہکی تھی چناں چہ رومی نے کہا ہے:

ترجمہ: میں نے دونوں جہانوں سے قطع تعلق کے لیے اپنی آنکھیں زور سے بند کر لی ہیں
یہ سبق میں نے مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے سیکھا ہے
مازاغ البصر و ماطغیٰ کے اسرار و رموز
میں صرف آپ ہی سے جان سکتا تھا

رومیؔ کے یہ الفاظ بعد کی شاعری میں بار بار دہرائے گئے ہیں۔ کوئی نہیں جانتا کہ حضورؐ نے جسے دیکھا، آپؐ اس کے کس قدر قریب تھے؟ "قاب قوسین او ادنی" "دو کمانوں یا اس سے بھی نزدیک! (سورہ النجم آیت ۹)۔ اس اصطلاح کی بعض اوقات اس طرح تشریح کی جاتی ہے کہ یہ دو کمانوں کا فاصلہ نہیں، وہ لطیف مقام اتصال ہے جہاں ایک کمان کے دو برابر حصوں کو سریش سے چپکایا جاتا ہے۔ یہ جگہ دکھائی نہیں دیتی، اس کے باوجود وہ دونوں حصوں کو الگ کرنے کے لیے خطِ امتیاز کا درجہ رکھتی ہے۔ اسی طرح حضورؐ اپنے پروردگار کے اس قدر قریب چلے گئے تھے!

دوسرے تمام پیغمبروں پر پیغمبر اسلامؐ کی برتری کا یہ واضح ثبوت ہے کہ انتہائی قرب خداوندی کے باوجود "نہ تو نگاہ بہکی نہ حد سے بڑھی۔" کیا حضرت موسیٰؑ جلتی ہوئی جھاڑی کے ذریعے خدا کے ایک صفاتی جلوے کو دیکھ کر بے ہوش نہیں ہو گئے تھے؟ اور انہوں نے محض خدا کی آواز سنی تھی اور انھیں

بتایا گیا تھا: " لن ترانی"، تم مجھ کو ہرگز نہیں دیکھ سکتے۔(سورہ الاعراف آیت ۱۴۳)۔ دوسری طرف حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی نہ تو نگاہ بہکی اور نہ حد سے بڑھی اور آپؐ کو ذات خداوندی سے ملاقات کا موقع ملا۔ چناں چہ شاعروں نے اپنے کلام میں قاب قوسین کے سلطان دوجہاںؐ کی حد سے زیادہ تعریف کی ہے۔ اس واقعے کی جامع تفصیل پندرھویں صدی میں ہندوستان کے فارسی شاعر جمالیؔ نے بیان کی ہے جنھوں نے اپنے اس مشہور شعر میں اس اسرار سے یوں پردہ اٹھایا ہے:

موسیٰؑ ز ہوش رفت بیک جلوہ صفات
تو عین ذات می نگرے در تبسمے

ترجمہ: موسیٰ علیہ السلام ایک صفاتی جلوے سے بے ہوش ہو گئے
آپؐ نے عینِ ذات کو دیکھا اور مسکراتے رہے

حضرت علی بن عثمان ہجویریؒ سمیت نہ صرف حضرات صوفیہ بلکہ حنبلی مکتبہ فکر کے کٹر عقاید رکھنے والے علما نے بھی تمام پیغمبروں پر حضورؐ کی فضیلت کو ثابت کرنے کے لیے سورہ النجم سے یہی نتیجہ اخذ کیا ہے۔ انہوں نے یہ ثابت کرنے کے لیے بھی اس سورہ مبارکہ کا حوالہ دیا ہے کہ مذہبی زندگی کا بلند ترین مقام فنا نہیں (جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو گئے تھے) بلکہ سب سے افضل مقام آں حضرتؐ کا ہے جنہوں نے سنجیدہ و تین طرزِ عمل اختیار کر کے خدا کی موجودگی میں ہوش و حواس برقرار رکھے تھے۔ (J.N. Bell: Love Theories in Later Hanbalite Islam, p.176)

ایک روایت کے مطابق حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: میں نے اپنے رب کو نہایت خوب صورت شکل میں دیکھا ہے یا بعد کی ایک روایت میں کہا گیا ہے: میں نے اپنے رب کو داڑھی کے بغیر نوجوان کی صورت میں دیکھا جس نے ترچھی ٹوپی پہن رکھی تھی۔ (Ritter: Das Meer-der Seele, p.445)۔ مسلمانوں کی اکثریت نے اس حدیث کی پرزور تردید کی ہے البتہ

حضرات صوفیہ کے ایک گروہ نے اسے اپنی طرف سے "بے ریش" نوجوان کی تعریف کا جواز بنا لیا ہے۔

دوسرے مفسرین، خاص طور پر بعد میں آنے والے صوفی حضرات سفر معراج کو رسول کریمؐ کی حقیقی عزت و تکریم سے منسوب کرتے ہیں کیوں کہ وہ سورہ النجم کی چھٹی آیت میں لفظ "استویٰ" یعنی سیدھا کھڑا ہو گیا سے یہ معنی اخذ کرتے ہیں کہ یہ وہ نہیں جسے حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے دیکھا تھا بلکہ اس سے مراد خود حضورؐ کی ذات ہے۔ اسی طرح سورہ النجم کی آٹھویں آیت میں "پھر نزدیک ہوا اور اتر آیا" کو حضورؐ سے منسوب کیا جاتا ہے جو رب ذوالجلال کے ساتھ ملاقات کے بعد اپنی محبوب امت کی دیکھ بھال کرنے دوبارہ زمین پر اتر آئے تھے۔ یہ تشریح بعد میں آئیڈیل مذہبی راستے کے ضمن میں آں حضرتؐ کے اسوہ حسنہ کی پیروی کرنے کے مترادف ہے۔ آپؐ ربانی موجودگی کا مشاہدہ کرنے کے بعد اس غرض سے واپس دنیا میں تشریف لائے تاکہ آپؐ نے وہاں پر جو کچھ سیکھا، اس کی تبلیغ کر سکیں۔ خدا کے ساتھ بالمشافہ ملاقات کے جان دار اور تقدس آمیز تجربے کے بعد، جسے بیان کرنے کے لیے الفاظ موجود نہیں، آپؐ دنیا کی حالت بہتر بنانے کے لیے جدوجہد کرنے کی غرض سے لوٹ آئے (گو کہ بعض روایات میں بتایا گیا ہے کہ اس فریضے کی انجام دہی کے سلسلے میں آپؐ کو بھاری بوجھ اٹھانا پڑا۔(Arberry: Discourses of Rumi, pp.211-78)

مسلمان علما اور مذہب کے مغربی تاریخ دان اس بات پر اتفاق کرتے ہیں کہ معراج کی اس تفسیر کے ضمن میں دین کے تصوفانہ اور پیغمبرانہ نقطہ نظر کے درمیان فرق پایا جاتا ہے، یہ ایک ایسا فرق ہے جسے محمد اقبالؒ نے Reconstruction of Religious Thought in Islam کے موضوع پر لیکچروں کے پانچویں باب کے شروع میں بیان کیا ہے جہاں انہوں نے ہندوستانی صوفی عبدالقدوس گنگوہیؒ کا یہ قول نقل کیا ہے: "محمد عربیؐ فلک الافلاک پر گئے اور واپس آ گئے، واللہ! اگر میں آپؐ کی جگہ ہوتا تو ہرگز واپس نہ آتا۔" (Iqbal: Six Lectures, p.124)۔ یہ الفاظ مشاہدہ ربانی اور اس دنیا اور اس کے باسیوں کے ساتھ تعلقات کے ضمن میں ایک صوفی اور ایک پیغمبر کے مختلف رویوں کی غیر

مبہم اور واضح انداز میں نشان دہی کرتے ہیں۔ لیکن ابن فریدؒ جیسے کئی حضرات صوفیہ نے شب معراج کو احدیت کا تیسرا مرحلہ قرار دیا ہے جس میں صوفی "مخمور اتحاد" سے "متین اتحاد" کی طرف لوٹ جاتا ہے۔(Nicholson: Studies in Islamic Mysticism, p.239) اور محمد اقبال نے بھی اپنے پیشرو مفکروں کے نظریات کی تائید کرتے ہوئے اسے "پیغمبرانہ" واپسی قرار دیا ہے۔

اس کے علاوہ مسلمان جدت پسندوں (خاص طور پر محمد اقبالؒ) نے سفر معراج پر بحث کرتے ہوئے اس جانب اشارہ کیا ہے کہ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) حقیقی معنوں میں "میں اور آپ" کے انداز میں خدا سے ہم کلام ہوئے تھے۔ محمد اقبالؒ کے نزدیک اس طرز تخاطب سے انفرادیت ذات کے آفاقی نظریے کی تصدیق ہوتی ہے۔ حضورؐ کے معراج کے سفر سے اس نظریے کی توثیق ہوتی ہے کہ خدا کوئی بے حس اور دور افتادہ ذات نہیں، ایک شخصی قوت ہے جسے مخاطب کیا جاسکتا ہے چناں چہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ خالق اور مخلوق کے درمیان ذاتی سطح پر سود مند گفتگو ہو سکتی ہے، یہ بات چیت نماز کے دوران ہوتی ہے جس سے حقیقی مذہبی سرگرمی پروان چڑھتی ہے۔

اس سلسلے میں ذاتی سطح پر ایک ذات کی دوسری ذات کے ساتھ بالمشافہ ملاقات سفر معراج کا ایک اور پہلو ہے جس پر کھلے عام بحث کی گئی ہے۔ اس سے مراد قرآن کریم کی سترہویں سورہ بنی اسرائیل میں عبدہٗ کے لفظ کی تشریح ہے۔ اس تلمیح قرآنی سے یہ مطلب اخذ ہوتا ہے کہ خدا نے رات کو "اپنے بندے" کے ساتھ سفر کیا تھا۔ ان تمام مباحث سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ چوں کہ عبدہٗ کا لفظ سب سے بڑے مذہبی مشاہدے کے دوران حضورؐ کے ساتھ منسوب کیا گیا ہے، اس لیے کسی انسان کے لیے عبدہٗ کا اعزاز سب سے بلند مرتبت اور عظمت و تکریم کا باعث ہے۔ یہ بات اور بھی منطقی اور معنی خیز ہے کیوں کہ قرآن حکیم کی ۵۳ ویں سورہ النجم کی دسویں آیت میں عبدہٗ کا لفظ دوبارہ مذکور ہوا ہے جس سے مراد نزول وحی یا سفر معراج کے دوران بلند ترین مقام پر پہنچنے کے بعد آپؐ سے خدا کے ہم کلام ہونے سے ہے۔ عبدہٗ کے اس نظریے سے بڑی مقدار میں گراں قدر لٹریچر پروان چڑھا ہے۔ صوفی مصنف قشیریؒ نے گیارھویں صدی میں رسالہ میں اس موضوع پر سیر حاصل گفتگو کی ہے اور علم

تصوف میں کئی صدیوں سے اس موضوع کو بڑے پیمانے پر پذیرائی مل رہی ہے۔ (قشیریؒ: باب العبودیہ صفحہ ۱۹۲)۔ اس صدی میں محمد اقبالؒ کے فکری نظام میں بھی عبدہٗ کے نکتے کو مرکزی مقام حاصل ہے۔ (دیکھیے بارھواں باب)۔ اس کے ساتھ ہی عبدہٗ سے مسلمانوں کو ہمیشہ یہ یاد دہانی کرائی جاتی ہے کہ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) رفیع الشان روحانی مشاہدے کے باوجود خدا کی مخلوق ہیں البتہ اللہ تعالیٰ نے اپنی پوری مخلوق میں حضورؐ کی سب سے زیادہ تعریف و توصیف کی ہے اور آپؐ کو بلند ترین منصب پر فائز کیا ہے۔

لیکن ابن عربی کی روایت پر کاربند صوفیہ حضرات اس نظریے کو اکثر دہراتے ہیں کہ حقیقی معراج خلائی اور مکانی نقطہ نظر سے ممکن نہیں کیوں کہ خدا ہر جگہ موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”میرا بندہ سفر کر کے مجھ تک کیسے پہنچ سکتا ہے؟ میں تو ہمیشہ اس کے ساتھ ہوں۔“

(Andrae: Die Person Muhammads, p.84)

معراج کی اس حقیقی صوفیانہ تشریح کا اظہار اس چبھتی ہوئی رباعی سے ہوتا ہے جو فارسی کے بدنام صوفی سرمدؔ (کاشانی- مترجم) نے، جس ۱۶۶۱ عیسوی میں کفر والحاد کے الزام میں دہلی میں پھانسی دے دی گئی تھی لکھی تھی:

ملا گوید کہ احمدؐ بہ فلک بر شد
سرمدؔ گوید کہ فلک بہ احمدؐ در شد

ترجمہ: ملا کہتا ہے کہ حضرت محمدؐ آسمانوں پر تشریف لے گئے تھے
سرمدؔ کہتا ہے کہ آسمان حضرت محمدؐ میں سما گئے

مختلف علمائے دین اور حضرات صوفیہ نے آں حضرتؐ کے سفر معراج کی تشریح کے ضمن میں جو اہم مباحث کیے ہیں، ان سے قطع نظر معراج کے واقعے نے اسلامی آرٹ اور شاعری پر انمٹ نقوش ثبت کیے ہیں۔ ایران اور فارسی بولنے والے علاقوں میں، خاص طور پر شاعروں نے مذہبی جوش کے زیر اثر پر شکوہ صورت گری کے ذریعے اس پراسرار واقعے کی عکس بندی کی ہے اور اس معاملے میں

ایک دوسرے پر سبقت حاصل کرنے کی جدوجہد میں حضورؐ کے آسمانی سفر کے متعلق منفرد انداز میں خیال آرائیاں کی ہیں، اس غرض کے لیے انہوں نے تمام تر تخلیقی صلاحیتیں استعمال کی ہیں۔ فارسی کی بیشتر عظیم رزمیہ نظموں میں خدا کی حمد و ثنا اور رسول کریمؐ کی شان میں قصیدے کے بعد حضورؐ کے سفر معراج کی طویل تفصیلات بیان کی گئی ہیں جن میں قاری کو اس بے نظیر واقعے سے روشناس کرانے کے لیے تمام قابل فہم فصیح و بلیغ تشبیہیں اور استعارے استعمال کیے گئے ہیں۔ اس واقعے کو حسین و دل کش بنانے کے لیے اسے رنگا رنگ تفصیلات سے مزین کیا گیا ہے۔ اس کی ایک مثال یہ ہے کہ اس شبینہ پرواز کے دوران نبی کریمؐ کے جسم اطہر سے پسینے کے جو قطرے زمین پر گرے، ان سے گلاب کا پھول پیدا ہو گیا تھا۔ اور شاعروں نے اس قول متناقض کو دہرایا ہے کہ اس رات کائنات کا سورج افلاک کی جانب طلوع ہوا تھا۔ (Andrae: Die Person Muhammads, p.3)

بھارت اور پاکستان کی علاقائی زبانوں مثلاً پنجابی میں طویل سہ حرفیوں کے ذریعے معراج کے اسرار اور اس معجزے سے انکار کرنے والوں کے لیے سزا کا ذکر کیا گیا ہے۔ ایران کے حضرات صوفیہ میں فرید الدین عطارؒ خاص طور پر قابل ذکر ہیں کہ انہوں نے معراج کے سلسلے میں انوکھی اور نادر ترکیبیں استعمال کی ہیں۔ انہوں نے الٰہی نامے کے تعارف میں (یہ کتاب جان اے بائیل کے انگریزی ترجمے کے ساتھ دست یاب ہے) حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے سفر معراج کے حوالے سے بے پایاں رنگ و نور کا تذکرہ کیا ہے۔ عطارؒ کے معراجیہ اشعار کا مطالعہ کرتے وقت اس بات کو ذہن نشین رکھنا چاہیے کہ ان کے کلام میں حضورؐ کے آسمانوں پر تشریف لے جانے کے لیے سیڑھی کے استعمال کی ابتدائی روایت بتدریج ختم ہو جاتی ہے اور اس کے بجائے اب پورا سفر براق پر کیا جاتا ہے۔

الٰہی نامے کے فارسی متن کے ہیلمٹ رٹزر ایڈیشن کا تعارف بائیل کی نسبت بہت سادہ ہے البتہ اس میں پیغمبرانہ تصوف کے اہم عناصر شامل ہیں۔ انہوں نے نمازوں کی تعداد پچاس سے کم کر کے پانچ نمازیں مقرر کرنے کا ذکر نہیں کیا بلکہ سفر معراج میں امت کے لیے نبی کریمؐ کے شافع محشر ہونے کا

حوالہ دیا ہے۔ یہ رجحان عطارؒ سے کچھ عرصہ پہلے فروغ پانے لگا تھا۔ الٰہی نامہ عطارؒ کے معراجیہ اشعار کا ترجمہ یہ ہے:

جبرئیلؑ نے حاضر خدمت ہو کر کہا: اے پاکیزہ ہستی! آپ زمین پر کیوں ہیں؟ آسمانوں پر قدم رکھیے

جب آپؐ عزت و شرف کی بدولت عرش کے بادشاہ ہیں تو پھر فرش سے عرش پر صدر نشیں ہو جائیے

جب آپؐ کی ذات گرامی دونوں جہانوں کے لیے رحمت ہے اور آپؐ کی رحمت دونوں جہانوں کی میزبان ہے

کچھ عرصہ آپؐ نے زمین کو سرفراز فرمایا ہے، اب آسمانوں کی باری ہے کہ وہاں آپؐ کا فیضان عام ہو

آپؐ اپنے فقر سے ان ممالک کو کیمیا بنائیے، اپنی خاک پا کو فرشتوں کا سرمہ بننے دیجیے

جب سرور کائناتؐ کا براق روانہ ہوا تو بجلی کی طرح ساتویں آسمان پر پہنچ گیا

آپؐ براق پر سواری کی حالت ہی میں کرسی کے پاس پہنچے کیوں کہ آپؐ صاحب براق و منبر ہیں

آپؐ کے دائیں طرف عرش کو اٹھانے والے فرشتے تھے اور بائیں جانب زمین کی نگہ بانی کرنے والے ملائکہ

آسمان آپؐ کے براق کے لیے زمین تھا اور روح الامینؑ آپؐ کے دربان تھے

آپؐ کا جھنڈا عرش کی وسعتوں پر لہرایا، آپؐ نے "مقعد صدق" میں قدم رکھا

(قرآن کریم میں ایک خاص مقام قرب کو مقعد صدق کہا گیا ہے۔ مترجم)

آسمانوں میں رہنے والوں میں غل مچ گیا کہ کائنات کے سردار وعدہ ملاقات کے مطابق آن پہنچے ہیں

وہ یتیم جنہیں ابو طالب نے پالا پوسا، اب اللہ تعالیٰ کے در یتیم بن کر آ گئے ہیں
بار گاہِ الٰہی سے ہزاروں عالی مرتبہ روحیں فوراً آپؐ کے استقبال کو لائی گئیں
آپؐ عیسٰیؑ سے یوسفؑ کی طرح ملے اور آپؐ نے زلیخا کی طرح ان کے بڑھاپے کو جوانی میں تبدیل کر دیا
گویا آپؐ کی روح کی برکت سے حضرت روح اللہ آسمانوں پر دوبارہ زندہ ہو گئے
حضرت سلیمانؑ آئے اور آ کر تخت بچھایا اور حصول فیض کے لیے کاسہ گدائی آپ کے سامنے رکھا
آپؐ کی عزت و حرمت کی بنا پر حضرت موسیٰؑ بھی استقبال کے لیے روانہ ہوئے، یہ خواہش لیے کہ آپؐ کی امت میں سے ہوتے
حضرت ابراہیمؑ بھی اپنی ساری جمع پونجی لے آئے کہ آپؐ کے حضور میں اپنے بیٹے کو قربان کر دیں
حضرت نوحؑ بھی کشتی میں سے حاضر خدمت ہوئے اور لطف و کرم سے سرفراز ہوئے
(عطارؒ نے یہاں "جودی" کا لفظ بہت معنی خیز انداز میں استعمال کیا ہے اور اس کا مطلب یہ بھی بنتا ہے کہ سرور کائناتؐ ہی کے طفیل ان کی کشتی کوہ جودی پر جا ٹھہری تھی۔ مترجم)
حضرت آدمؑ آئے اور آتے ہی خوشیاں منائیں کہ انہوں نے آپؐ کی ذات مبارک میں گوہر آدم کی جھلک دیکھ لی
پھر جنت کے ذمے دار فرشتے رضوان نے مشروبات سامنے لا رکھے اور بار بار طویل سفر کے بارے میں پوچھا
رضوان نے شراب سلسبیل پیش کی کہ راستے میں کہیں خشکی کا اثر نہ ہو گیا ہو
اس مشروب میں کافوری ٹھنڈک کی تاثیر تھی کہ کہیں گرمیٔ عشق سے آپ کا باطن حرارت زدہ نہ ہو گیا ہو

آپؐ کو یقین کی ٹھنڈک بہت حاصل تھی، زنجبیل کا مشروب بھی پیش کیا گیا

آخر جب آپؐ کے معتدل مزاج نے دل کا قصد کیا تو وہاں آپؐ نے شہد اور دودھ کو ملا کر نوش فرمایا

آپؐ کو اخلاص نے طٰہٰ بنایا تھا اس لیے آپؐ کو شراب طہور کا مشروب خاص پیش ہوا

"رحیق مختوم" آپ کا مشروب تھا اور اس پر لگی ہوئی مہر کا راز اللہ کے سوا کسی کو معلوم نہیں تھا

وہ آسمان جو سورج کا بازیچہ تھا، اس رات کو براق کی ناز برداری کرتا تھا

سورج اس کی سنہری کاٹھی تھا اور ماہ نو رکاب کی طرح اس کے پاؤں چومتا تھا

چاند کا خرمن آپؐ کے خاص براق کے لیے مخصوص تھا، اسے جوزا سے جو کھلائے گئے اور کہکشاں کی گھاس!

اس رات اس راستے میں آپؐ کا براق اتنا تیز دوڑا کہ اس کا ایک نعل آسمان پر گر گیا

ماہ نو آپؐ کے براق کا وہ نعل تھا جسے آسمان نے اپنے کان کا بندا بنالیا اور اپنی آرائش کر لی

خادم نیزہ ہاتھ میں لیے راستے سے جن و شیاطین کو بھگانے پر مامور تھا

تمام حوریں ایک جگہ جمع ہوئیں، وہ گویا فرش سے عرش پر جا پہنچی تھیں

اس فیروزی چمن کی تاریک رات نے آپؐ کے چہرہ انور کی زیارت کے لیے بہت سی آنکھیں روشن کر لیں

عرش نے مسرت سے آپؐ کا آراستہ خیمہ لگایا اور اس میں آپؐ کا تکیہ لگایا

آپؐ کے دو گیسوؤں سے طوبیٰ کا مرتبہ بلند ہوا اور اس نے فردوس پر سایہ ڈالا

"ذنب" نے جب آپؐ کے سامنے سر اٹھایا تو "عقرب" کی طرح آپؐ کی ہیبت سے اس کی دم کٹ گئی

آسمان نے خوشیوں کا جاروب بنایا اور پھر جھک کر آپؐ کا راستہ صاف کرنے لگا

جب خرچنگ نے آپؐ کی آبرو دیکھی تو خود کو دوڑ کر پانی پر ڈال دیا

"جوزا" نے جب آپؐ کی سالاری میں کمر باندھی تو "ترازو" نے آکر اس کا عقاب باندھ دیا
کمان (قوس) نے آپؐ کے سامنے اپنی کمان توڑ دی، اس کے دو گھر تھے جو اس نے آپؐ پر قربان کر دیے
"حمل" اور "جدی" کو بھون دیا گیا، چاند سے لے کر چاند کے بیل تک دستر خوان بچھا دیا گیا
"اسد" آپؐ کے خیمے پر بنا ہوا شیر بن گیا، "دلو" چرخی کی طرح آپؐ کے گرد گھومنے لگا
دونوں بہنوں نے جب آپؐ کا چہرہ دیکھا تو فرط شوق سے نقاب ہٹا دیے
دو نسرین بے صفت حاضر ہو گئیں تا کہ کوئی بد شگونی واقع نہ ہو
اگر چہ سات آسمان قطب کے گرد گھوم رہے تھے جیسے سات اولیا قطب کے تحت ہوتے ہیں
لیکن جب انہوں نے آپؐ کی مردانگی اور حیات دیکھی تو بنات النعش کی نعش گھسیٹنے لگے
ہر فرشتہ خاص انگیٹھی لے آیا تا کہ خلوص سے آپؐ کے عشق کا عود جلائے
رضوان نے خلد کے آٹھوں دروازے کھول دیے اور نور استوں پر کوثر کے پانی سے چھڑکاؤ کیا
خازن فردوس نے جہان کو خوش کر دیا کہ حوروں کا ایک جہان نذر کیا
آپؐ کے شکوہ کے سامنے عرش ہل تک نہ سکا اور کرسی کی طرح اپنے پایوں پر جما رہا
جب حضرت نوحؑ نے آپ کی خاک پا کی قدر پہچانی تو شیعوں کی طرح اس مٹی سے سجدہ گاہ بنالی
جب جہان نور آپؐ کے جمال سے معمور ہو گیا تو بیت المعمور آپؐ کے عشق میں وارفتہ ہو گیا
آسمان نے آپؐ پر نثار کرنے کے لیے صحیح اقدام کیا کہ جو کچھ بھی اس کے پاس تھا، وہ اس نے طشت پر رکھ دیا
ہر آسمان تحفے میں سو سو تھیلیاں لایا اور سو سو طریقے سے پیش کرنے کا حق ادا کیا
آسمان نے اللہ سے آپؐ کے آنے پر تحفہ مانگا تو اللہ نے ہر رات اسے ستاروں سے سجا دیا

آسمان پر آپؐ کی تشریف آوری کے اس انعام ہی کی وجہ سے حدیث میں فرمایا گیا کہ میرے اصحاب ستاروں کی مانند ہیں

اس رات کے سورج کی شان ہی نرالی تھی، اس کی طرف سے ہر ستارے کو نیا نور ہی نصیب ہوا

چاند نے زحل کو آسمان کا عشر دیا، فتویٰ کے مطابق مشتری کو چادر عطا کی

جلادی نے مریخ کو سربلندی دی، گیسوؤں کا سایہ سورج پر ڈال دیا

زہرہ کو شیریں زبانی بخشی، حکمت کے میدان میں عطارد کو فرماں روائی دی

چاند کو واضح طور پر یوسفؑ والی نارنگی ملی اور اس کا ہاتھ کٹ گیا

آفتاب شریعت نے ایسی ارتقائی منزلیں طے کیں، جبریلؑ چھ لاکھ پروں کے ساتھ بھی آپؐ کی گرد راہ کو نہ پاسکا اور اسے آپؐ کا سراغ تک نہ ملا

جبریلؑ نے جب فرشتوں کی صفوں کو الگ کیا تو ہموار میدان کی طرح کی ایک دنیا دیکھی

ایک ایسی دنیا جس میں دنیا کی کوئی نشانی ہی تھی، نہ ہمواری تھی نہ رفرف

ایک ایسی دنیا جس میں نہ نزدیکی تھی، نہ دوری، جو نورالنور سے نور علی نور تھی

اس دنیا کی زمین حلم و بردباری کی تھی اور اس کا آب رواں علم تھا

اس کا باعظمت آسمان جلال کا تھا اور اس کا منور سورج جمال تھا

شوق حق سے جبریلؑ کی روح کو یوں پسینہ آگیا کہ اس کا سینہ سو سو طرح چاک ہو گیا

جی ہاں! اس کا سینہ آسمان تھا جو سارے کا سارا شق ہو گیا کیوں کہ اس رات کو آپؐ کا چہرہ مبارک دیکھ لیا تھا

کہکشاں اسی سینہ چاکی کا نشان ہے کہ جس میں نو آسمان ذرہ ذرہ ہو گئے تھے

معراج میں وہ نو پردے اس لیے چاک ہو گئے کہ وہ ہمیشہ سے اللہ کے خاص پردے تھے (جو اس پر تنے ہوئے تھے)

حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا اب حضرت آدمؑ سے لے کر عیسیٰ علیہ السلام تک تمام پیغمبروں کے ساتھ تعارف کرایا جاتا ہے کیوں کہ ہر پیغمبر نے ذات خداوندی کا مختلف انداز میں مشاہدہ کیا ہے، صرف حضورؐ کو خدائے ذوالجلال کا مکمل علم ہے:

جب عیسیٰ علیہ السلام نے پر وقار، بلند پایہ اور رفیع المرتبت حضورؐ کو دیکھا
تو وہ اپنی ناداری اور فرومائیگی پر دم بخود ہو گئے
پھر جب رسول کریمؐ کو اپنے دوست کی قربت کا احساس ہوا
تو آپؐ اپنے مونس سے ملاقات کرنے چل پڑے
جب آپؐ اپنے رفیق اعلیٰ سے ملنے
سدرۃ المنتہیٰ سے آگے نکل گئے
تو آپؐ کا وفادار رفیق راہ منزل صاحب قوت وعظمت جبریلؑ
جس کا ایک پر آسمان سے زمین تک پوری فضا کو ڈھانپ لیتا ہے
حضورؐ کے پیچھے رہ گیا لیکن مصطفیؐ آگے چلتے گئے
جب آپؐ شاہی دالان کے پیچھے رہ گئے
تو آپؐ نے جبریلؑ کی طرف مڑ کر اس سے پوچھا:
"آپ پیچھے کیوں رہ گئے ہیں؟ میرے پاس آجاؤ!"
جبریلؑ نے جواب دیا: "اے اسرار کے شہنشاہ!
اس سے آگے جانا میرے بس میں نہیں!
اے کائنات کے فرماں روا! آپؐ آگے چلے جائیں
میری منزل یہاں ختم ہوگئی ہے اور مجھے آگے جانے کی اجازت نہیں
اگر میں بال برابر بھی اس سے آگے جاؤں
تو خدا کے نور سے میرے پر جل جائیں گے!

لیکن آپؐ کو اپنے رفیق اعلیٰ سے ملاقات کے لیے آگے جانا چاہیے
کیوں کہ خدا کی قربت آپؐ کے لیے سود مند ہے!"
غرض آقاؐ وہاں سے چل پڑے اور جبریلؑ کو وہیں چھوڑ دیا
آپؐ نے خدا کے سوا ہر چیز کو دل سے نکال دیا
آپؐ اس قدر تیز رفتار تھے کہ جب آپؐ نے پیچھے مڑ کر دیکھا
تو جبریلؑ آپؐ کو ایک چڑیا کی طرح نظر آئے
آپؐ جبریلؑ کو پیچھے چھوڑ کر آگے بڑھتے گئے
یہاں تک کہ آپؐ کو غیر مرئی ذات کے پردے دکھائی دینے لگے
آپؐ کون و مکاں، سمت، عقل واستدلال
عرش فرش اور گرد آلود زمین کی حدوں کو پار کر گئے
آپؐ نے لامکاں کو روح اور آنکھوں کے بغیر دیکھا
آپؐ حیرت میں گم تھے
جب آپؐ کو آغاز کے انجام کا ادراک ہو گیا
تو آپؐ کو دوست کی جانب سے پہلا پیغام ملا
یہ آواز جوہر کائنات کی تھی!
"اے تغیر پذیر ذات! اپنی روح اور جسم سے دست بردار ہو جا!
اے میرے مقصود، میرے مطمح نظر!
میرے دوست! اب میرے جوہر کو اپنے سامنے دیکھو!"
چناں چہ آپؐ حیرت میں گم ہو گئے اور اپنی گفتار بلکہ اپنا وجود کھو بیٹھے
اس مقام پر محمدؐ، محمدؐ کو نہیں جانتے تھے
آپؐ نے اپنی ذات کی طرف نہیں، روح الارواح کو دیکھا

اس ذات اقدس کا چہرہ جس نے کائنات کو تخلیق کیا!

فرید الدین عطارؒ نے حضورؐ کی حیرت اور نفی ذات کے بارے میں اور تفصیلات بھی بیان کی ہیں۔ لیکن آخر میں خدا آپؐ سے مخاطب ہو کر آپ کی مزید عزت افزائی کرتا ہے:

اللہ کی طرف سے خطاب ہوا کہ اے سرورؐ! آپؐ اس در پر آئے ہیں تو آپؐ کی کیا حاجت ہے؟

آپؐ کا دل اپنے گناہ گار امتیوں میں اٹکا ہوا ہے، آپؐ کو کمزور ترین امتی کا بھی بہت خیال ہے جو پتا چل رہا ہے

رسول کریمؐ نے عرض کیا کہ اے اللہ! آپ کو میرے حال کا علم ہے جس کی وجہ سے مجھے سوال کرنے کی حاجت ہی نہیں رہی

جب آپ کے انعام واکرام کی خلعتیں مسلسل مجھے عطا ہوتی رہی ہیں تو میں یہ کہ کر چپ ہو جاتا ہوں کہ میں آپ کی حمد و ثنا کا حق ادا نہیں کر سکتا

میرا وجود کلی طور پر گم ہو گیا، سورج ہی سورج باقی رہ گیا، سایہ ناپید ہو گیا

جب دو جہانوں کے سردار نے اپنا عجز دیکھا تو اللہ نے "قاب قوسین" سے آپؐ کو تقویت دی

چوں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تمام جہانوں پر بھاری ہیں اسی لیے وہ کمان آپؐ کے بازوؤں کو عطا ہوئی

قاب قوسین کی کمان سے زیادہ عمدہ کمان کوئی سالار جنت بھی نہیں دیکھ سکتا

جب آپؐ معرفت میں مستغرق تھے تو آپؐ میں تیر کی دو صفتیں موجود تھیں

ایک تو استقامت اور جم کر کھڑے رہنا اور دوسرے تیر کی طرح سفر کرنا

چوں کہ آپؐ کی ذات میں تیر کی یہ دو نشانیاں موجود تھیں اس لیے دو کمانوں کا ذکر کر کے آپ کے ان دو مقامات کی مثال دی گئی

پہلے جب آپؐ حق کی طرف روانہ ہوئے تو یوں لگے جیسے تیر کمان سے نکل کر جاتا ہے

پھر آپؐ کو مخلوق کی طرف لوٹایا گیا تو بھی جیسے کمان سے تیر چھوڑا جاتا ہے

چوں کہ آپؐ کے یہ دونوں سفر دو کمانوں سے ہوئے اس لیے ان کی مثال قاب قوسین کہہ کر دی گئی

خدا نے کہا: "آپؐ وجہ تخلیق کائنات اور میرا مقصود ہیں
آپؐ جو چاہتے ہیں، اس کی درخواست کریں اے دیکھتی ہوئی آنکھ!"
حضرت محمدؐ نے کہا: "اس سے قطع نظر کہ کیسے؟ آپ ہر چیز کو جانتے ہیں
اے راز دروں! اے اسرار ظاہری!
آپ میری سب سے دلی اور سب سے عزیز خواہش سے اچھی طرح آگاہ ہیں
اب میں آپ سے اپنی امت کے لیے التجا کرتا ہوں!
میری امت گناہ گار ہے لیکن مجھے یقین ہے کہ
وہ تیری ذات اور تیری بے حد و حساب بخشش کو بخوبی جانتی ہے
اسے تیری محبت اور رحمت کے بحر بے کراں کا پورا علم ہے
اگر آپ میری ساری امت کو بخش دیں تو کیا ہی اچھا ہو!"
خدائے ذوالجلال ایک مرتبہ پھر حضورؐ سے مخاطب ہوا:
"اے دوست! میں نے آپؐ کی ساری امت کو بخش دیا ہے
آپؐ کو اپنی امت کے متعلق فکر مند ہونے کی کوئی ضرورت نہیں
کیوں کہ میرا بے انت لطف و کرم ان کے گناہوں سے بہت بڑا ہے !"

امت مسلمہ کے لیے آں حضرتؐ کی شفاعت قبول ہونے کے بعد خدا نبی کریمؐ کو، جنھیں وہ اپنی پوری مخلوق میں "بے مثل" اور "سب کی دیکھتی آنکھ" سے مخاطب کرتا ہے، تین مرتبہ اپنے تیس ہزار اسرار سے آگاہ کرتا ہے۔(رومیؒ کے مطابق ان اسرار کی تعداد ستر ہزار ہے۔ افلاکیؒ نے مناقب العارفین میں بھی یہی تعداد لکھی ہے۔ رسول کریمؐ نے اللہ تعالیٰ کے سامنے ستر مرتبہ قرآن کریم کی بھی تلاوت کی)۔ اس کے بعد عطارؒ نے سفر معراج کے حقیقی راز پر گفتگو کی ہے اور الٰہی نامے کا خاتمہ

حضورؐ کی خدمت میں ایک دعا سے کیا ہے۔ اس دعا میں رسول پاکؐ کو تمام پیغمبروں سے ممتاز اور منفرد پیغمبر قرار دیا گیا ہے جن پر اسے بھروسا ہے اور جن کے ساتھ وہ محبت کرتا ہے۔

فرید الدین عطارؒ کے مطابق جبریلؑ کا رول خصوصی اہمیت کا حامل ہے۔ ایک حدیث مبارکہ میں، جس کے ساتھ حضرات صوفیہ کو بے حد محبت ہے، پیغام خداوندی کے حامل رئیس الملائکہ کی حالت کی جانب اشارہ کیا گیا ہے جسے سدرۃ المنتہیٰ پر ہی رکنا پڑا تھا۔ (سورہ النجم آیت ۱۴، فروزانفر: احادیث مثنوی: ۲۶:۴۴۵)۔ "چناں چہ جبریلؑ کی حالت اس بلبل کی سی ہو گئی جو اپنے گلاب کے پھول سے بچھڑ گئی ہو۔" (ترک شاعر غنی زادہ نے بھی اپنے معراجیہ میں اسی قسم کے خیالات کا اظہار کیا ہے)۔ جبریلؑ کی جس قدر بھی عظمت ہو، اس سے قطع نظر حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ایک مخصوص مرتبے کے حامل تھے۔ ایک روایت کے مطابق رسول کریمؐ نے ایک دفعہ رئیس الملائکہ کو دیکھنے کی درخواست کی تھی جو عموماً ایک خوب رو دوست کی شکل میں ظاہر ہوتے تھے لیکن ان کی اصل صورت اس قدر مہیب تھی کہ ایک مرتبہ آپؐ اسے دیکھ کر تقریباً بے ہوش ہو گئے تھے۔ اس کے باوجود اس طاقت ور فرشتے کو، جس کا ایک پر آسمان اور زمین کے درمیان پورے خلا کو پُر کر دیتا ہے، خدائے بزرگ و برتر تک رسائی حاصل نہیں۔ چناں چہ یونس ایمرے دوسرے عظیم صوفیوں کے ساتھ مل کر گاتا ہے:

ترجمہ: عشاق کے نزدیک جبریلؑ بھی ایک نقاب ہے۔

حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اس پردۂ راز سے متعلق مشہور حدیث میں کہا گیا ہے: لی مع اللہ وقت یعنی خدا کے ساتھ میرا ایک وقت ہے جس میں جبریلؑ کو بھی، جو ایک خالص روح ہے، اجازت نہیں ہے۔ (فروزانفر: احادیث مثنوی نمبر ۱۰۰)۔ اس معمے کا تعلق سفر معراج کے راز سے ہے جس میں حضورؐ کو سلسلے وار تخلیقی وقت کی پابندیوں سے آزاد کر کے خدا کے لازمانی اب کی طرف لے جایا گیا تھا۔ غرض وقت کی اصطلاح کو حضرات صوفیہ کی زندگی میں مرکزی نکتے کی حیثیت حاصل ہو گئی ہے، اس طرح صوفی کو یہ تلقین کی گئی ہے کہ وہ خود کو مکمل طور پر خدائی لمحے کے سپرد

کر دے۔ اس حوالے سے صوفی کو ابن الوقت یعنی وقت کا بیٹا بننے کی ہدایت کی گئی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ خدائی فیضان کے لمحے میں زندہ رہے۔ اس سے بھی بڑھ کر یہ ہے کہ وقت کے بارے میں حدیث کا تعلق نماز کے مشاہدے سے بھی ہے۔ معراج سے واپسی کے بعد حضورؐ جب بھی ربانی موجودگی کی جانب لوٹنا اور کون و مکاں کے حدود سے آزاد ہونا چاہتے تو آپؐ اپنے ایتھوپیا کے موذن بلالؓ سے فرمایا کرتے: "اے بلال! نماز کے لیے اذان دے کر ہمیں تر و تازہ کر دو۔" چناں چہ نماز پنجگانہ، جیسا کہ نبی کریمؐ نے ایک مرتبہ فرمایا، مومنوں کی معراج ہے۔ مولانا رومیؒ نے اپنے ایک مرید کی طرف سے پوچھے گئے ایک سوال کے مشہور جواب میں نماز کے اسرار پر اظہار خیال کرتے ہوئے کہا تھا:

رسمی نماز ختم ہو جاتی ہے لیکن روح کی نماز لا محدود ہے، یہ روح کا استغراق اور مدہوشی ہے جو تمام ظاہری قواعد اور دستور کو پس پشت ڈال دیتی ہے۔ اس وقت جبریلؑ تک کے لیے، جو ایک خالص روح ہے، کوئی جگہ نہیں ہوتی۔

(Schimmel: The Triumphal Sun, pp.352-66, Arberry: Discourses of Rumi, p.24)

رومیؒ نے اس حدیث سے استفادہ کرتے ہوئے مثنوی میں جبریلؑ کو عقل کی علامت کے طور پر استعمال کیا ہے جو محبوب کے دروازے تک پہنچنے میں تو انسان کی رہنمائی کرتی ہے لیکن اس کو محبوب سے وصل کے لیے اس کے مکان میں داخل ہونے کی اجازت نہیں۔ عقل کو محبوب کی دہلیز پر رکنا پڑتا ہے کیوں کہ اسے بھی جبریلؑ کی طرح، جسے انوار خداوندی سے پر جلنے کا خدشہ تھا، عالم سوز و ساز میں وصل یار کے نتیجے میں مرگ آرزو کا اندیشہ ہوتا ہے۔

معراج کی بنیادی کہانی کو مختلف پیرایوں میں آراستہ کیا گیا ہے، خاص طور پر صوفیوں کے حلقوں میں اس پر اپنے اپنے انداز میں حاشیہ آرائی کی گئی ہے۔ بلوچستان کی ایک افسانوی حکایت تو اوپر بیان کیے گئے قصے سے بھی زیادہ دل کش ہے جس میں قرونِ وسطیٰ کے عظیم صوفی عبد القادر جیلانیؒ کو جبریلؑ سے بھی برتر مقام دے دیا گیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ جب حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) عرش پر

خدا کے پاس جانے کے لیے براق سے نیچے اترنا چاہتے تھے، اس وقت جبریلؑ پہلے ہی آپؐ سے جدا ہو چکے تھے چناں چہ عبد القادرؒ نے، جو بعد میں عالم اسلام میں تصوف کے سب سے بڑے سلسلے (قادریہ۔ مترجم) کے بانی بنے، حضورؐ کے سامنے اپنی گردن پیش کر دی کہ آپؐ ان کی گردن پر قدم رکھ دیں جس کی غایت یہ تھی کہ آں حضرتؐ کو براق سے اترنے میں کوئی بے آرامی نہ ہو۔ اس کے شکریے میں حضورؐ نے مستقبل کے اس ولی کو خصوصی رتبے سے نوازا اور واقعہ معراج کے پانچ سو سال بعد پیدا ہونے والے اس بزرگ کو یہ پیش گوئی کی کہ ان کا قدم ہر ولی کی گردن پر ہو گا۔

(Longworth Dames: Popular Poetry of the Baluchistan, p.158)

پیر پیراں عبد القادرؒ کی تعریف میں پنجابی میں لکھی جانے والی ایک نظم میں بھی یہ نظریہ پیش کیا گیا ہے جس میں کہا گیا ہے کہ "وہ رسول اللہؐ کے چمنستان کا دل فریب پھول ہیں جن کی گردن پر حضورؐ نے قدم رکھا تھا۔" (میں نے انیسویں صدی کے آخر میں لکھی جانے والی اس نظم کا مسودہ جھنگ کے سید ذوالفقار علی بخاری کے پاس دیکھا تھا)۔ کہا جاتا ہے کہ عبد القادرؒ کی طرف سے برتری کا یہ مشہور دعویٰ کہ "میرا قدم ہر ولی کی گردن پر ہے"، ان کے زمانے کے تمام ولیوں نے سنا تھا۔ اس دل کش حکایت کے ذریعے یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ رسول کریمؐ کے آسمانی سفر کے دوران نہایت اہم موقعے پر عبد القادرؒ بھی موجود تھے۔ مولویہ روایت بھی اس جدت طرازی میں کسی سے پیچھے نہیں رہی۔ مناقب العارفین کے مطابق نبی کریمؐ نے عرش پر ایک عجیب تمثیل دیکھی تھی، یہ مولانا رومیؒ کی شبیہ تھی اور اس میں حیرت کی کوئی بات نہیں کہ شیعہ روایات کی رو سے باری تعالیٰ سے ملاقات میں حضرت علیؓ ابن ابی طالب بھی آں حضرتؐ کے ہمراہ تھے۔

معراج کے واقعے نے شاعروں بلکہ تصوف پر یقین رکھنے والوں کو ہمیشہ مسحور کیا ہے۔ عطارؒ کے ہم وطن پیشرو نظامیؔ نے اپنی رومانوی رزمیہ نظم میں معراج کے بارے میں کمال فنی مہارت کے ساتھ اس واقعے کی جزئیات بیان کی ہیں۔ انہوں نے آسمان کے رنگوں، حضورؐ کے آگے پرواز کرنے والے اور ارد گرد موجود فرشتوں کے ملبوسات، روشن و تاباں بادلوں اور سات سیاروں کا بڑی محبت اور

بھر پور تخیلاتی قوت سے تذکرہ کیا ہے۔ جامیؔ کی عظیم رزمیہ نظموں میں بھی معراج کا ذکر کیا گیا ہے۔ ان میں یوسفؑ اور زلیخا کا قصہ سب سے خوب صورت ہے جس میں کہا گیا ہے کہ اس مقدس رات کو بھیڑیا اور بکری کا بچہ، بھیڑ اور شیر پر امن طور پر ساتھ ساتھ لیٹے ہوئے تھے اور سبز طاؤس سے تیز رفتار جبریلؑ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی سواری کے لیے حسین براق لائے تھے۔ نظامیؔ کے بعد جامیؔ نے ان اجرام سماوی اور سیاروں کا رد عمل بیان کیا ہے جہاں سے حضورؐ گزرے تھے، مثال کے طور پر انہوں نے چوتھے کرے کا حوالہ دیا ہے جو آں حضرتؐ کے پاؤں دھونے کے لیے پانی کا بلوریں قرابہ لایا تھا۔ عطارد اور زہرہ بھی آپؐ کی خدمت کرتے رہے، افسردہ سیارہ زحل عالم وجود کے سورج کو دیکھ کر تسکین پاتا ہے۔

بعد میں دنیاے اسلام، خاص طور پر فارسی بولنے والے علاقوں کے شاعروں نے نظامیؔ، عطارؔ اور جامیؔ کی پیروی کی اور اگر آپ سید بلاقی یا سترہویں صدی کے بیجاپور کے نصرتیؔ کا مطالعہ کریں یا ان کے ترک ہم عصر غنی زادہ کو پڑھیں تو اس میں معراج کے متعلق حیرت انگیز اور انوکھی تفصیلات ملیں گی۔ ان شاعروں کے ہاں اکثر وبیشتر ان خیالات کو دہرایا گیا ہے کہ آں حضرتؐ کے چپلوں نے عرش کو چھوا تھا اور یہ کہ آپؐ کے راستے کی دھول معرش خداوندی کا تاج تھی۔

مجھے یوں محسوس ہوتا ہے کہ سترہویں صدی کے ترک شاعر غنی زادہ کا کلام اس آرٹ کی بہترین مثال ہے جس میں حد درجہ مرصع اور مبالغہ آرائی پر مبنی زبان استعمال کی گئی ہے۔ شاعر نے معراج کے بارے میں حضورؐ کے ان گنت معجزوں کا ذکر کیا ہے اور بعد میں وہ نظم کے اصل موضوع کی طرف لوٹ آتا ہے۔ یہاں وہ براق کی تشریح کرتا ہے، یہ دل کش چوپایہ گدھے سے بڑا لیکن گھوڑے سے چھوٹا ہے۔ شاعروں نے براق کا ہمیشہ محبت بھرے لفظوں سے تذکرہ کیا ہے جسے نور سے تخلیق کیا گیا ہے، اس کا چہرہ عورت جیسا اور دم مور کی سی ہے۔ وہ نہایت برق رفتاری کے ساتھ کہکشاں میں سے گزر کر آں حضرتؐ کو آسمانوں پر لے گیا۔ راستے میں فرشتوں نے بڑے تپاک سے حضورؐ کا خیر مقدم کیا اور آپؐ کی مدح سرائی کی:

ترجمہ:

جبریلؑ رات کو رسول اکرمؐ کے پاس آئے

وہ ایک براق کو لائے جو بجلی کی طرح تیز رفتار تھا، وہ آسمانوں کو چیرتا ہوا آگے بڑھتا گیا

یہ ایک عجیب سواری تھی، وہ تیزی سے بھاگتا

پلک جھپکتے ہی زمین سے عرش پر پہنچ گیا

زمین کی اقلیم میں وہ ایک تیز رفتار غزال

اور آسمانوں میں پرواز کرتا ہوا بے مثل عنقا تھا

اس کا جسم گلاب کے پھولوں اور بال سنبل سے بنے ہوئے تھے اور اس کی دم کیا خوبصورت تھی!

اس کے کان نرگس کے پھولوں اور سرخ آنکھیں ٹمٹماتی ہوئی نرگس شہلا جیسی تھیں۔

رسول اللہؐ جب اجرام فلکی سے پرواز کر رہے تھے تو کائنات کی ہر چیز آپؐ کی خدمت کر کے مسرور تھی:

عطارد نے اس شہنشاہ کے حکم کو آسمان کی لوح پر لکھ دیا

اس کے نزدیک رات کی حیثیت حروف جیسی تھی، وہ ستاروں کو داغ دھبے دور کرنے والی ریگ

اور چاند کے ماتھے کو طغریٰ سمجھتی تھی...

جبریلؑ امین سدرۃ المنتہیٰ کے پاس رک گئے اور براق کی جگہ رفرف نے لے لی۔ (رفرف کا ذکر قرآن حکیم کی ۵۵ ویں سورہ الرحمن کی ۷۶ ویں آیت میں کیا گیا ہے۔ مترجم)۔ اس سے مراد جنت کی مسند یا غالیچہ ہے۔ آخر میں رفرف بھی پیچھے رہ جاتا ہے جیسے ”خزاں میں ایک پتے کو تازہ پھل سے الگ

کر دیا جائے۔" (یہاں رفرف کو غالباً ایک سبز بادل کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے)۔ اب حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ذات خداوندی سے ملاقات کے لیے تنہا عرش پر پہنچ جاتے ہیں جہاں آپؐ کو وہ مشاہدہ ہوا جسے حضرات صوفیہ افلاطونی روایت کے مطابق "بالمشافہ ملاقات کی پرواز" کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔

اس پورے عمل میں براق کا کردار نہایت منفرد ہے اور ان نظموں میں اسے نمایاں طور پر پیش کیا گیا ہے۔ اب سیڑھی یا براق کے تصور کو مکمل طور پر فراموش کر دیا جاتا ہے البتہ اس واقعے کی تفصیلات کے ضمن میں اس کا تذکرہ بدستور جاری رہتا ہے۔

شاعر حضرات معراج کے واقعے سے مسلسل روحانی وجدان حاصل کرتے رہے ہیں، اس سے انھیں حضورؐ کی عظمت کو فصیح و بلیغ انداز میں پیش کرنے کا موقع ملا ہے۔ ایران اور اس کے ثقافتی دائرہ اثر میں آنے والے ملکوں کے صورت گروں اور نقاشوں نے واقعہ معراج کی نہایت خوب صورت پینٹنگز بنائی ہیں۔ چودھویں صدی کے آخر میں تیار کیے جانے والے معراج نامے کا نقش و نگار سے مزین نادر مسودہ اب پیرس میں محفوظ ہے۔ اس معراج نامے میں (جس کا اصل مسودے کے عین مطابق عمدہ ایڈیشن اب دست یاب ہے) ان تمام مرحلوں اور مقامات کی عکاسی کی گئی ہے جہاں سے نبی کریمؐ سفر معراج کے دوران گزرے تھے۔ دوسرے تمام فن پاروں میں صرف ستاروں بھرے آسمان کے راستے کی عکس بندی کی گئی ہے، جیسا کہ ایک سندھی لوک گیت میں کہا گیا ہے:

ترجمہ: جبریلؑ آپؐ کے سامنے پیدل چل رہے تھے
اور دولہا گھوڑے پر سوار تھا

ان پینٹنگز میں حضورؐ کو، جن کے چہرے پر نقاب ہے، شب کو براق پر سوار، رنگا رنگ بادلوں میں گھرے آسمانوں سے گزرتے دکھایا گیا ہے۔ جدید دور میں بعض اوقات آپؐ کو براق پر بیٹھے خوب صورت سفید بادل یا گلاب کے پھول کی تمثیل میں ظاہر کیا جاتا ہے، آپؐ کے ارد گرد قیمتی لباس میں ملبوس فرشتے عطر پاشی کرتے ہیں اور آپؐ پورے تزک و احتشام اور دھوم دھام سے شاہانہ انداز میں

تختِ خداوندی کے دروازے کی طرف جا رہے ہیں۔ جس کسی نے نظامیؔ کے مسودے میں، جو اب برٹش لائبریری میں ہے، سلطان محمد کی منقش تصویر دیکھی ہے، وہ اس حقیقت سے بخوبی آگاہ ہے کہ شاعر اور مصور حضورؐ کے آسمانی سفر سے فیضان اور وجدان حاصل کرتے رہے ہیں اور انہوں نے ادب اور مصوری کے انتہائی نادر مذہبی شہ پارے تخلیق کیے ہیں۔ (S.C. Welch: Wonders of the Age) معراج کا واقعہ عوامی شاعری میں بھی مقبول موضوع رہا ہے اور لوک شاعر سفرِ معراج کے دوران رونما ہونے والے معجزوں کو نہایت رنگین انداز میں پیش کرتے ہیں۔ اس صنف کی نظمیں ۱۳۰۰ عیسوی کے لگ بھگ اناطولیہ کے یونس ایمرے نے لکھی ہیں ۔ (بھارت اور پاکستان کے مسلمانوں کی لوک شاعری میں بھی اس قسم کی مثالیں موجود ہیں):

ترجمہ: خدا نے جبریلؑ کو بھیجا اور کہا:
"میرا احمد آئے گا!"
اس نے کہا: "یہ براق ان کے پاس لے جاؤ"
"میرا احمدؐ آئے گا!"
"وہ پہلے مدینے جائے گا
اس کے سامنے فرشتے پرواز کریں گے
جنت کے دروازے کھول دو—
محمدؐ کو اس میں داخل کرو!"
"میرا احمدؐ آئے گا، آئے گا"
"وہ میرا عرش دیکھے گا
جنت کے پھول توڑے گا—
میر محمدؐ انھیں سونگھے گا! "
"میں دور کی چیزیں اس کے قریب لاؤں گا

میں اس کی ہر خواہش کو پوری کروں گا
اور تمام فرشتے سبز قبائیں پہنیں گے —
میرا محمدؐ دیکھے گا!"

ایسی نظمیں ہندوستان یاترکی کے مسودوں میں موجود معراج کے واقعے سے متعلق سادہ پینٹنگز سے گہری مماثلت رکھتی ہیں بلکہ آج کل افغانستان اور پاکستان کے مال بردار ٹینکر ٹرکوں پر بھی اس قسم کی تصویر میں بنائی جاتی ہیں جن میں نفیس براق کو دلہن کا لباس پہنایا گیا ہے۔ ان تصویروں کو بڑی احتیاط اور محبت کے ساتھ رنگ کیا جاتا ہے۔ ان لوگوں کو یقین ہے کہ یہ مقدس مخلوق اس گاڑی کی حفاظت کرے گی اور جس طرح براق ان کے محبوب پیغمبرؐ کو تیزی اور احتیاط سے کہکشاؤں کے بیچ سے گزار کر لے گیا تھا، اسی طرح وہ اس گاڑی کے محفوظ طور پر پاکستان کی سنگلاخ سڑکوں سے گزرنے میں ان کی رہنمائی کرے گا۔

جس طرح براق کی تصویر ایک تعویذ یا پاکستان کے پہاڑی علاقوں میں سادہ لوح ٹرک ڈرائیوروں کے لیے طلسماتی اثر رکھتی ہے یا برصغیر ہندوستان میں بزرگوں کے مشہور مزاروں پر جانے والے عقیدت مند اسے جادوئی چیز سمجھتے ہیں، اسی طرح حضرات صوفیہ حضورؐ کے سفر معراج کو ابتدائے اسلام سے لے کر اب تک روحانی مشاہدے کا ایک نمونہ اور مثال تصور کرتے ہیں۔ صوفیائے کرام نویں صدی سے اپنے وجدانی سفر کو آسمانوں کے سفر سے تعبیر کرتے چلے آرہے ہیں کیوں کہ جیسا کہ ہم پہلے دیکھ چکے ہیں — یہ لوگ روحانی طور پر وہ مشاہدہ کرتے ہیں جو نبی اکرمؐ نے جسمانی طور پر کیا تھا۔ شمالی ایران کے تنہا صوفی بایزید بسطامیؒ، جن کے اقلیم افلاک کی پروازوں سے متعلق مکاشفوں کو صوفیوں کے ابتدائی قول متناقض کا درجہ حاصل ہے، اس علامت کو استعمال کرنے والے غالباً پہلے بزرگ ہیں۔ (سراجؒ: کتاب اللمع صفحات ۳۸۲ تا ۳۸۷، عطارؒ: تذکرۃ الاولیا: ۱: ۱۷۲ تا ۱۷۶، Nicholson: An Early Arabic Vision of Abu Yazid -al-Bistami, Ritter: Die Ausspruche des Bayezid Bistami)

شمس تبریزنے کہا ہے: ''حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اتباع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ چوں کہ حضورؐ معراج پر تشریف لے گئے تھے، اس لیے تمہیں بھی آپؐ کے پیچھے جانا چاہیے۔'' (افلاکی، مناقب العارفین صفحہ ۶۶۶)۔ ابن سینا اور سہروردیہ سلسلے کے شیخ الاشراق (شیخ الاشراق سہروردتھے اس لیے سہروردی کہلائے مگر سہروردی سلسلہ طریقت سے اُن کا کوئی تعلق نہ تھا۔مترجم) سے لے کر ابن عربی تک تمام صوفیوں نے روحانی مکاشفوں کو، جن کے ذریعے راہ حق کے متلاشی کی روح خدا کے ساتھ بالمشافہ ملاقات کرتی ہے، معراج کی اصطلاح میں بیان کیا ہے۔ان لوگوں کو یہ بات اچھی طرح یاد تھی یا کم سے کم ان کے لاشعور میں موجود تھی کہ معراج ابتدائی مشاہدے کی ایک کیفیت ہے۔یہی وجہ ہے کہ ترکی میں بیک تشی سلسلے کے پیروکار ابھی تک معراج کی اصطلاح کو اس دن کے نام سے موسوم کرتے ہیں جب ایک نئے رکن کو اس سلسلے میں داخل کیا جاتا ہے۔اس شخص کو Miracin Kutlu olsun ''خدا تمہاری معراج کو برکت دے'' کے الفاظ سے مبارک باد دی جاتی ہے۔

اعلیٰ پائے کی صوفیانہ شاعری میں بعض اوقات براق کو عشق و محبت کے متبادل کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔وہ ربانی محبت، جیسا کہ رومیؔ نے بار بار دہرایا ہے، انسان کو آنکھ جھپکتے ہی خدا کے حضور لے جاتی ہے جب کہ عقل ایک لنگڑے گدھے کی طرح غبار میں کھو جاتی ہے۔ ممکن ہے کہ فارسی لفظ نردبان (سیڑھی) جسے سنائیؔ اور بعد میں رومیؔ نے اپنے صوفیانہ کلام میں بکثرت استعمال کیا ہے، حضورؐ کے آسمانی سفر کی تلمیح ہو کیوں کہ اس لفظ سے عام طور پر ''محبوب کی چھت'' تک کے سفر سے مراد لی جاتی ہے۔اور مولانا رومیؔ نے سماع کو ایک سیڑھی قرار دیا ہے جو صوفی کو ساتویں کرے سے بھی اوپر لے جاتی ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ سماع میں صوفی خدا سے یک جائی کا مشاہدہ کرتا ہے جسے ''خدا کے ساتھ وقت'' بھی کہا جاتا ہے۔(Schimmel: The Triumphal Sun, pp. 289-90)

معراج کا صوفیانہ اور شاعرانہ ترجمہ اور تشریح کرتے وقت اس بات کو پوری طرح ذہن نشین رکھنا چاہیے کہ حضرت محمد (صلی الہ علیہ وآلہ وسلم) کے سفر معراج کی کہانی کا دوسری تہذیبوں پر بھی

گہرا اثر پڑا ہے۔ پیرس میں Uyghur معراج نامے کے مسودے میں چھوٹی تصویروں کی نقاشی دیکھیں، جن میں حضورؐ کے سفر معراج بلکہ دوزخ کی بعض تصویر میں شامل ہیں تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ ان میں دانتے کی Divine Comedy کا رنگ موجود ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ کئی عشرے پہلے Miguel Asin Palacios نے یہ دریافت کیا تھا کہ دانتے کے مکاشفوں پر معراج کے قصوں کا اسلامی اثر موجود ہے۔(Asin Palacios: Islam and the Divine Comedy)۔ دانتے کی ڈیوائن کامیڈی پہلی مرتبہ منظر عام پر آئی تو اس سے یورپ میں سنسنی پھیل گئی۔ اس کے تھوڑی دیر بعد Enrico Cerulli نے یہ ثابت کر دیا کہ قرون وسطیٰ کے دوران بحیرہ روم کی دنیا کتاب المعراج اور دوسری عربی کتابوں سے ناآشنا نہیں تھی۔ اصل میں دانتے نے ڈیوائن کامیڈی میں دوسری دنیا کے متعلق کئی ایسی تفصیلات بیان کی ہیں جن سے پتا چلتا ہے کہ اسلامی خیالات اس پر کس قدر اثر انداز ہوئے تھے۔ یہ کیسی ستم ظریفی ہے کہ دانتے نے حقیقی معراج کے ہیرو حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو دوزخ کے سب سے نچلے درجے میں ظاہر کیا ہے!

اسلام کے ادبی علوم کی تاریخ میں جنت اور دوزخ کے سفر کا نظریہ تصوف کی روایت سے باہر بھی استعمال کیا گیا ہے مثال کے طور پر ابو العلا معری (وفات ۱۰۵۷ عیسوی) کی کتاب رسالہ الغفران جیسی طنزیہ کتابوں میں دوسری دنیاوی بادشاہتوں میں سفر کو ظریفانہ انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ (Nicholson: The Risalat -al-Ghufran By Abul-Ala-Al-Maari) اس کتاب میں مصنف نے نئے علوم، خاص طور پر علم اللسان اور دوسرے علمی موضوعات پر اظہار خیال کیا ہے۔ پوری کتاب ان گنت اختراعوں، ذو معنی الفاظ، موزوں نظیروں اور کینہ و عداوت پر مبنی دل چسپ اقوال و آرا سے بھری پڑی ہے۔ گیارہویں صدی میں لکھی جانے والی یہ کتاب حد درجہ پیچیدہ لیکن بے حد لطف اندوز شہکار ہے۔ ۱۹۳۱ء میں جمیل صدقی الزہوی نے عربی میں اس کتاب کی تضمین شائع کی لیکن ان کی نظم "دوزخ میں بغاوت" معرّی کی کتاب کی بے کیف صدائے بازگشت ہے۔ الزہوی نے معرّی کا خاکہ اڑاتے ہوئے آخر میں اس پورے مشاہدے کو بد ہضمی کے باعث برا خواب قرار دے دیا

ہے۔ اس کے ایک سال بعد محمد اقبالؒ نے لاہور سے جاوید نامہ شائع کیا جس میں آسمانوں کے سفر کے نظریے کی جدید فلسفیانہ نقطہ نظر سے تشریح کی گئی ہے۔ وہ مولانا رومیؒ کی قیادت میں، جنہیں وہ ڈیوائن کامیڈی میں ورجل (Virgil) کی طرح کلاسیکل معراج میں جبریلؑ کا ردل سونپتے ہیں، مختلف اجرام فلکی میں رہنے والی نمایاں شخصیات کے ساتھ سیاسی، سماجی اور مذہبی مسئلوں پر تبادلہ خیالات کرتے ہیں۔ آخر میں وہ تنہا جمال حق کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ (Schimmel: Gabriels Wing, pp. 301-6)

اس میں کوئی شک نہیں کہ ایک راسخ العقیدہ مسلمان، جو دور حاضر کی جدید فنی کامیابیوں سے آگاہ ہو، حضورؐ کے سفر معراج کا مختلف زاویے سے جائزہ لیتا ہے۔ میں نے ۱۹۷۸ء میں پشاور یونیورسٹی میں ایک نامور عالم دین کو یہ نتیجہ اخذ کرتے سنا کہ انسان کے چاند پر اترنے کا واقعہ نبی کریمؐ کے آسمانی سفر کی حقیقت کا ٹھوس ثبوت ہے۔ ممکن ہے کہ انہوں نے یہ خیال محمد اقبالؒ کے اس شعر سے مستعار لیا ہو:

سبق ملا ہے یہ معراجِ مصطفیٰؐ مجھے
کہ عالمِ بشریت کی زد میں ہے گردوں

مراجع:

Schimmel, Annemarie. *And Muhammad is His Messenger*. Lahore: Vanguard Books Ltd 1987.

شمل، این میری۔ محمد ﷺ۔ مترجم نعیم اللہ ملک۔ ابوذر پبلیکیشنز، لاہور، ۲۰۱۴۔